بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ　　　و علی آلک و اصحابک یا حبیب اللہ

دار الافتاء اہلسنت (نور العرفان)

جامع مسجد معصوم شاہ بخاری پولیس چوکی کھارادر باب المدینہ (کراچی) - 74800 پاکستان
Timing:11:00am to 5:00pm sunday open, Phone: 021-32203646

ریفرنس نمبر 4818　　　تاریخ 06-10-2010

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل گولڈ مائن نامی ایک کمپنی مارکیٹنگ کے ذریعے انٹرنیٹ پر ایک کاروبار کررہی ہے جس میں وہ ایک گھڑی بیچتی ہے۔ جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوتا ہے۔ نیز گولڈ کی مختلف مصنوعات بھی فروخت کرتی ہے۔ اس کمپنی کا سارے کا سارا کام انٹرنیٹ کے ذریعے ہوتا ہے کمپنی اپنا سارا کام سینہ بہ سینہ مارکیٹنگ سے کرتی ہے۔ اور جو کمپنی کے لئے گاہک بنائے اس کو کمیشن دیتی ہے۔ لیکن کمیشن دینے کا اس کا ایک مخصوص طریقہ ہے جو کمپنی سے متعلق مواد میں موجود ہے۔ چنانچہ سوال کے ساتھ کمپنی کا لٹریچر منسلک ہے اس سے کمپنی کے طریقہ کار کو مزید بھی سمجھا جا سکتا ہے اور کمپنی کے ممبران کو دی جانے والی بریفنگ اور سوال جواب پر مشتمل ایک DVD بھی آپ کو فراہم کی جاتی ہے۔ کمپنی کے سارے طریقہ کار کو دیکھتے ہوئے شرعی رہنمائی فرمائیں کہ کمپنی کا طریقہ کار شرعی اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں اور مسلمانوں کو اس کاروبار کا حصہ بننا جائز ہے یا نہیں۔

سائل: محمد ارسلان (کھارادر کراچی)

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بعون الوهاب، اللهم هداية الحق والصواب

ہم نے گولڈ مائن انٹرنیشنل یعنی جی، ایم، آئی کمپنی سے منسلک مختلف لوگوں سے کمپنی کے طریقہ کار پر گفتگو کی کمپنی کی طرف سے انٹرنیٹ پر موجود اس کی آفیشل ویب سائٹ سے اس کا لٹریچر بھی ملاحظہ کیا۔ ہم نے یہ محسوس کیا کہ کمپنی سے وابستہ افراد کی تمام تر توجہ اس بات پر ہے کہ کمپنی سے منسلک ہو کر پارٹ ٹائم میں کافی نفع کمایا جا سکتا ہے۔ اور کمپنی کی تمام تر ترغیبات کا حاصل بھی یہی ہے کہ نفع ہی سب کچھ ہے لہٰذا ہر شخص کمپنی کی مصنوعات کی تشہیر میں مصروف ہو جائے۔

دین اسلام نے ہمیں جو نظام دیا ہے اس میں نفع کو نہیں بلکہ طریقہ کار کو سب سے پہلے سامنے رکھا جاتا ہے اگر کسی خرید وفروخت کا طریقہ کار شریعت کے اصولوں کے مطابق ہو تو وہ خرید وفروخت جائز ہوتی ہے اور اگر اس خرید وفروخت کا طریقہ کار شریعت کے اصولوں سے ٹکراتا ہو تو وہ خرید وفروخت ناجائز قرار پاتی ہے۔ دیکھئے سود اور کاروبار دونوں کا نتیجہ ایک ہے یعنی دونوں کام نفع حاصل کرنے اور مال بنانے کے لئے کئے جاتے ہیں کاروبار کے طریقے کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا: ﴿اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ترجمۂ کنز الایمان: اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سُود۔ (پارہ 3، سورۃ البقرہ، آیت 275)

ہمارے مطابق کمپنی کا طریقۂ کاروبار شریعت کے اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتا اور کثیر خرابیوں کا حامل ہے لہٰذا اس کاروبار کا حصہ بننا، اسے پھیلانے کے لئے مارکیٹنگ کرنا، اس کی مصنوعات خریدنا ناجائز و حرام ہے۔

مارکیٹنگ علم معاشیات کا ایک بہت اہم حصہ بن چکا ہے اور ساری کمپنیوں کی خرید وفروخت کا انحصار مارکیٹنگ ہی پر ہے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو روایتی انداز میں مارکیٹنگ کرنے کے بجائے ملٹی لیول مارکیٹنگ (Multi Level Marketing) کے نظریے پر عمل کر رہے ہیں اگرچہ ان کی

تعداد کافی کم ہے۔ مارکیٹنگ کا یہ طریقہ کوئی نیا طریقہ نہیں بلکہ 100 سال پرانا ہے۔ جی، ایم، آئی بھی اسی طریقہ پر کام کر رہی ہے۔ انیسویں صدی کی ابتداء میں تو یہ طریقہ بہت مشہور ہوا لیکن جلد ہی اس کی خامیاں سامنے آنے لگیں اور تمام معتبر اور اچھی ساخت رکھنے والے کمپنیوں سے رفتہ رفتہ مارکیٹنگ کے اس طریقے کو مکمل طور پر چھوڑ دیا اور آج دینا کی کوئی بھی اچھی ساخت رکھنے والے کمپنی اس طریقہ کو استعمال نہیں کرتی۔ اب یہ طریقہ صرف جواری اور فریبی لوگ استعمال کرتے ہیں۔ جو مختلف نام بدل بدل کر لوگوں کے روپے بٹورنے کا عمل وقفے وقفے سے جاری رکھتے ہیں اور ترقی یافتہ ممالک میں حکومتی سطح پر بھی اس طریقے کو پزیرائی نہیں ملتی۔ حکومت پاکستان بھی ملٹی لیول مارکیٹنگ کرنے والے کمپنیوں کے خلاف وقتاً فوقتاً وارننگ جاری کرتی رہتی ہے۔ اور حال ہی میں ہماری نظروں سے حکومت کی طرف سے جاری کردہ جون 2009 کا وہ اشتہار گزرا جو حکومت نے اخبارات میں [illegible] اسی قسم کی کمپنیوں سے لوگوں کو دور رہنے کا کہا گیا ہے۔

دارالافتاء اہلسنت نور العرفان

یہ اشتہار اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی ویب سائٹ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جس کا لنک درج ذیل ہے:

http://www.sbp.org.pk/warnings/index.htm

حکومت کی طرف سے جاری کئے جانے والے اس وارننگ اشتہار کا ایک اقتباس یہ ہے ’’کثیر السطحی مارکیٹنگ اور رقوم میں مرحلہ وار اضافہ کرنے کی اسکیمیں (Multilevel marketing,Ponziand Pyramid Schemes) ان اسکیموں میں نئے صارفین سے ایک مخصوص تعداد میں نئے ممبر بنانے کے لئے کہا جاتا ہے اور جب یہ ممبر شپ تکمیل کے مرحلے پر پہنچ جاتی ہے تو پورا ڈھانچہ زمین بوس ہو جاتا ہے اور اسکیم میں صرف چند سر فہرست افراد ہی رقم حاصل کرتے ہیں۔ بعض کمپنیاں اپنی ناقابل فروخت اشیاء، منہ مانگی قیمتوں پر فروخت کرنے کے لئے سیلز (Sales) کی حکمتِ عملی کی آڑ میں بھی یہ طریقہ استعمال کرتی ہیں۔

ہم جس بارے میں تفصیل سے لکھنے جا رہے ہیں اس کے حوالے سے معاملہ کافی پیچیدہ بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ ملٹی لیول کمپنیاں یا ان کے ممبران بہت کم معلومات بتا کر علماء سے رائے حاصل کر لیتے ہیں اور بعض لوگ حکم جواز بیان کرتے وقت تمام پہلو مدنظر نہیں رکھتے۔ اس کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ اپنی معلومات کا تمام تر مدار سوال پوچھنے کے لئے آنے والے شخص کے بیان ہی پر رکھتے ہیں۔ اور اس طرح کے اکثر سوال کرنے والوں کے چونکہ اپنے مفادات ہوتے ہیں یا تو وہ کمپنی کے باقاعدہ نمائندہ ہوتے ہیں یا پھر آزادانہ طریقے سے کمیشن بنانے والے ممبر، جو لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے ہر صورت یہ چاہتے ہیں کہ انہیں جواز ہی بتایا جائے۔۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بسا اوقات وہ یا تو خود مکمل معلومات نہیں رکھتے یا پھر جان بوجھ کر بتا نہیں رہے ہوتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ علم معاشیات میں اب اس قدر پیچ وخم اور پیچیدگیاں آچکی ہیں کہ ان کو سامنے رکھے بغیر کسی رائے کا اظہار کرنا کافی دشوار ہو چکا ہے۔

زیر بحث مسئلہ میں راقم نے خاص طور پر دو باتوں کو سامنے رکھا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس طرح کی کوئی نہ کوئی کمپنی برساتی مینڈک کی طرح وقتاً فوقتاً نام بدل کر آتی رہتی ہے۔ تو ایک ہی بار پوری تحقیق اور تنقیح اور دلائل کے ساتھ فتوی لکھا جائے تا کہ عرصہ دراز تک اس طرح کے جواب لکھنے کی حاجت نہ پڑے۔ دوسری بات جو راقم الحروف نے اپنے سامنے رکھی وہ یہ کہ محض سنی سنائی باتوں پر اکتفاء نہ کیا جائے۔ اس کے لئے تحقیق کے تمام تر اصول اپنے سامنے رکھتے ہوئے حتی الامکان ہم نے کمپنی کے طریقہ کار سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ کمپنی سے متعلق تمام تر بنیادی معلومات اس کے اپنے لٹریچر کے ریفرینس سے بیان کی ہیں۔ ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ کمپنی کی حقیقت بتا کر عوام الناس کو اس طرح کی کمپنیوں کے شرعی اور دنیاوی مفاسد سے آگاہ کیا جائے بلکہ اہل علم کو بھی اس طرح کی کمپنیوں کے بارے میں کسی قسم کا تردد رکھنے یا اس کی تفصیل حاصل کرنے کی دقت سے بچایا جا سکے۔ پس معتد بہا معلومات جمع کرنے اور ان پر شرعی تجزیہ پر مشتمل کمپنی کی ساخت معلوم کرنے کے لئے ناروے کے سفارت خانے

سے رابطہ کیا، حکومت پاکستان کے ۔۔۔ادارے سیکورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان کی ویب سائٹ سے ضروری معلومات حاصل کیں، اس کے ساتھ ساتھ کمپنی کی رجسٹریشن پر مشتمل پروفائل حاصل کی۔ جو علمی ذخیرہ سامنے آیا اس تحقیق کا نام ہم نے رکھا ہے۔

اَلْمَنحُ الْعَطائِی فِی اِبْطَالِ جی ایم آئی

جی، ایم، آئی کے ابطال پر عطائی تحفہ

جی ایم آئی کے پورے طریقہ کار پر ہم تین وجوہ (angles) سے گفتگو کریں گے:

(1) جمع شدہ رقم کی حیثیت اور واپسی پر متفرع ہونے والے احکام۔

(2) خریدی جانے والی اشیاء کے اعتبار سے متفرع ہونے والے شرعی احکام۔

(3) کمپنی کے نمائندوں کو ملنے والے کمیشن کے شرعی احکام۔

وجہ اول

جمع شدہ رقم کی حیثیت اور واپسی پر متفرع ہونے والے احکام:

کمپنی لوگوں سے جو رقم وصول کرتی ہے قطع نظر اس سے کہ اس کی مقدار کیا ہوتی ہے وہ رقم پانچ مختلف مراحل پر مشتمل ہوتی ہے۔

مرحلہ اولی: (1st Step)

(i) رقم جمع کروانے کے پانچ دن کے اندر اندر سودا کینسل کروانے والا، رابطہ کار سے پیسے واپس لے سکتا ہے اس مرحلے کو کمپنی کی زبان میں **Cool-off Refund Policy** کہتے ہیں۔ البتہ E کارڈ کے ذریعے آنے والا یہ سہولت نہیں رکھتا بلکہ فوراً ایکٹیویٹ ہو جاتا ہے۔ یعنی فوری اس کی رقم اب ناقابل واپسی ہوگی۔ اور اسے خریداری ہی کرنا ہوگی۔ یہ تمام تفصیل کمپنی نے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

1) Cool-off Refund Policy.

GMI allows their customers to enjoy a Five days cool-off period from the date of their registration through Gold Bank (Cash Statement).

During these Five days cool-off period customers may get their Gold Account cancelled through their Introducer and get 100% amount back from the person who signed them in GMI. (Customers signed in through Gold E-Card can not cancel their Gold Account).

Please note that 5 days Cool Off Period gets over as soon as any transaction is performed in your Gold Account i.e. transferring funds to or from your account, Purchasing Product or E-Cards or Introducing new Customer to GMI.

(حوالہ:۔ http://www.goldmineint.com/how/refund_policy.asp)

مرحلہ ثانیہ: (2nd Step)

(ii) پانچ دن گزرنے کے بعد سے لے کر چھ ماہ کے درمیان وہ فرد جس نے نہ تو خریداری کی اور نہ ہی کمپنی کے لئے ممبر بنائے تو وہ اپنا پیسہ واپس

نہیں لے سکتا۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ کمپنی کے لئے ممبر بنا کر اپنا اکاؤنٹ ایکٹیو کروائے۔ یا پھر کمپنی سے کوئی نہ کوئی چیز خریدے۔
اس شرط کو کمپنی کی ویب سائٹ پر ان الفاظ میں بیان کیا گیا:۔

2) Non-Active Account Refund Policy.

This option is for customers who have not received or ordered their Product, Commission or Gold voucher. Customers who have completed six months from the date of joining in GMI, but they have not crossed nine month period yet.

Customer should have not received any transferred money to their Gold Bank.

(حوالہ:۔http://www.goldmineint.com/how/refund_policy.asp)

مرحلہ ثالثہ: (3rd Step)

(iii) چھ ماہ بعد اگر ممبر کسی اور کو ممبر بنانے میں ناکام رہتا ہے تو نو ماہ تک وہ اپنی رقم واپس لے سکتا ہے اسے رقم کمپنی کے کسی اور گاہک سے وصول کرنی ہوگی۔ اور اگر نو ماہ بھی گزر گئے تب ممبر کے لئے لازمی ہوگا کہ وہ کمپنی کی اشیاء کو ضرور خریدے۔ جیسا کہ مرحلہ ثانیہ کے ضمن میں کمپنی کے بروشر سے واضح ہے لیکن یہاں ایک اور چیز بھی ہے جس کی وضاحت دوسرے مقام پر کی گئی ہے وہ یہ کہ اپنے رقم سے کسی چیز کے خریدنے یا رقم کسی دوسرے کو منتقل کرنے کی یہ سہولت محدود مدت کے لئے ہے اور اس سہولت کی مدت دس سال ہے اس کے بعد نہ تو اس کے ذریعے کوئی چیز خریدی جاسکتی ہے اور نہ ہی اسے کسی دوسرے کو منتقل کیا جاسکتا ہے بالفاظ دیگر اسے اپنی جمع شدہ رقم سے محروم ہونا پڑے گا۔

کمپنی کی ویب سائٹ پر (GV) 1/1 PLAN GOLD VOUCHER کی ہیڈنگ کے تحت درج کیا گیا کہ

All Gold Vouchers are valid to redeem a product with in Ten (10) Year's time limit. GVs are not transferable to another Gold Account, and are not redeemable for Gold E-Cards until one product has been redeemed.

(حوالہ:۔http://www.goldmineint.com/how/rules_regulations.asp)

مرحلہ رابعہ: (4thStep)

(iv) اگر یہ کمپنی کے کام کو بڑھاتے ہوئے لوگوں کو ممبر بنا کر ان نئے خریداروں کی دائیں اور بائیں جانب سے مقررہ مقدار پوری کرلے تو اسے بہر حال خریداری کرنا پڑے گی۔

پانچواں مرحلہ: (5th Step)

(v) ممبر بننے کے بعد کسی بھی وقت کمپنی کی ویب سائٹ پر جا کر اپنا آرڈر بک کروا کر کمپنی سے عقد بیع کیا جاسکتا ہے۔

پہلی اور دوسری صورت (Step) کا شرعی حکم:

وہ ممبر جس نے صرف رقم جمع کروا کر ممبر شپ حاصل کرلی لیکن ابھی تک کوئی خریداری نہیں کی تو کمپنی کی وصول کردہ رقم فقہ اسلامی کے اصولوں کی روشنی میں کیا حیثیت رکھتی ہے ہم سب سے پہلے اس بات کا تعین کریں گے۔ اس مرحلہ پر جمع شدہ رقم کو چیز کی قیمت یعنی ثمن (Price) نہیں قرار دیا جاسکتا کہ ابھی تو ممبر نے خریداری آپشن استعمال ہی نہیں کیا۔ تو اس رقم کو ثمن (Price) کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور اوپر دی گئی تفصیل کے مطابق جب

تک ممبر خریداری نہ کرلے اس کے پاس نو ماہ تک رقم کی واپسی کا اختیار رہتا ہے۔اور جب وہ رقم واپس لے گا تو اس کی امانت اس کے حوالے کردی جائے گی۔تو اس تمام بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کمپنی کے پاس یہ رقم اس مرحلہ کی رُو سے امانت ہوتی ہے لیکن اسے فقہی امانت تو قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس پر کسی قسم کا تصرف نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ایسی رقم کو فقہ اسلامی کے اصولوں کی روشنی میں قرض قرار دیا جاتا ہے۔جیسا کہ بینکوں کے کرنٹ اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم کو فقہاء عصر نے صورت قرض ہی پر محمول کیا ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب رقم جمع کرواتے ہی فوراً خریداری کرنا ضروری نہیں تو پھر یہ رقم کیوں جمع کروائی جاتی ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ ممبر بننے کے لئے کیونکہ اس رقم کے جمع کروائے بغیر کوئی بھی شخص کمپنی کا ممبر نہیں بن سکتا اور ممبر نہیں بن سکتا تو اس کی ویب سائٹ پر اپنا اکاؤنٹ نہیں کھول سکتا۔اور اکاؤنٹ نہیں کھولے گا تو کسی کو ممبر بنوا کر اسے کمیشن حاصل کرنے کا موقع نہیں مل سکے گا۔

خلاصہ یہ نکلا کہ جب تک وہ یہ رقم جمع نہیں کروائے گا اسے دوسروں کو ممبر بنا کر کمیشن حاصل کرنے کا موقع نہیں ملے گا اور وہ نفع کمانے سے محروم رہے گا تو اس تمام پس منظر میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ وہ قرض ہے جسے نفع لینے کیلئے دیا گیا ہے اور قوانین شریعت کی رو سے ایسا قرض سود ہے حدیث پاک میں فرمایا گیا ہے:

"كل قرض جر منفعة فهو ربوٰ" یعنی قرض پر نفع لینا سود ہے۔

(کنز العمال، ج6،ص99،مطبوعہ ملتان)

تیسری صورت (3rd Step) کا شرعی حکم:

اس صورت کے تحت دو بڑی خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ کمپنی کے ممبر کی جو رقم تھی بس سال کے عرصہ میں اس نے خریداری نہ کی یا کسی اور کو منتقل نہ کی تو اس کی رقم ضبط ہو جائے گی۔یہ ایک ظالمانہ قانون ہے۔جس کے جواز کی کوئی گنجائش نہیں اور ایسا کرنا حرام اور اپنے رقم کو اس طرح کے خطر (Risk) پر پیش کرنا بھی حرام ہے۔نہ ایسا معاملہ کسی مسلمان کمپنی کے ساتھ کرنا جائز اور نہ ہی کسی کافر کی کمپنی کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کی اجازت ہے۔تیسری صورت کی تفصیل کے مطابق دوسری بڑی بلکہ بہت بڑی خرابی ہے رقم کی واپسی کے طریقہ کار کی۔

رقم کی واپسی کا طریقہ غیر شرعی ہے:

آیئے پہلے تو یہ جانتے ہیں کہ کمپنی لوگوں سے جو رقم براہِ راست یا اپنے ممبران کے ذریعے وصول کرتی ہے تو نو ماہ تک کے عرصے میں اس کی واپسی کا کیا طریقہ کار ہے۔

کمپنی کے بروشر میں اس طریقہ کار کو ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے:

Conditions for Non-Active Account Refund:

The customers who qualify for Non-Active Account Refund Policy may request for cancellation through Non Active Refund Link.

GMI system after verification of your qualification for cancellation, will instantly cancel your Gold Account and transfer 100% sign-up amount value Gold Vouchers in your Gold Vouchers Statement. <u>Once your GVs are available you can buy Golden Handshake E-Card for 100% value, this card could be used for entering a fresh</u>

دارالافتاء اہلسنت نور العرفان

customer or could also be transferred to your Leader or another active GMI customer to signup new customer.

(حوالہ:۔http://www.goldmineint.com/how/refund_policy.asp)

خط کشیدہ عبارت میں دو اصطلاحات ایسی ہیں جو رقم کی واپسی کو ممکن بناتی ہیں۔(1) GVs (2)Golden Handshake E-Card

GV مخفف ہے Gold Voucher کا اور یہ ایک پر فریب نام ہے۔ کمپنی ممبر کے ویب اکاؤنٹ پر اس کی جمع شدہ رقم کی مقدار جہاں ظاہر ہوتی ہے اسے یہ لوگ گولڈ واؤچر کہتے ہیں۔ اور اپنے ویب اکاؤنٹ سے اس کا پرنٹ بھی نکالا جاسکتا ہے۔ اسے واؤچر شاید اس لئے کہتے ہیں کہ دوسرے شخص کو منتقل کرنے کے لئے ثبوت کے طور پر اس کی پرنٹ شدہ رسید دکھائی جاسکے۔ اس سسٹم کے ذریعہ صرف کمپنی ممبران میں سے کسی کو تلاش کر کے اس کے اکاؤنٹ میں یہ رقم جمع کروائی جاسکتی ہے اور اس سے کیش لیا جاسکتا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہر کمپنی ممبر ایسا نہیں کرے گا جسے کوئی خاص غرض ہوگی وہ کرے گا اور کوئی نہیں۔ بلکہ یہ اطلاعات بھی ملیں کہ جس ممبر کے اکاؤنٹ میں یہ رقم جمع کروا کر کیش لیا جائے وہ کچھ پیسے کاٹ کر پیسے دیتے ہیں۔

کمپنی کے بعض ممبران سے جب Golden Handshake E-Card کی تفصیل پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ کمپنی جمع شدہ رقم کے بدلے ایک کارڈ جاری کرے گی جسے کسی ایسے شخص کو جو کمپنی کا ممبر بننا چاہتا ہے دے کر اپنی رقم وصول کی جاسکتی ہے۔ البتہ عام مارکیٹ میں اس کارڈ کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اور کمپنی کے نظام میں بھی یہ کارڈ تین ماہ بعد ناکارہ (Expire) ہو جاتا ہے، اور ان ہی ایام میں اس کارڈ سے کسی کو ممبر بنایا جاسکتا ہے۔

شرعی گرفت:

رقم کی واپسی کے بیان کردہ طریقے کو سامنے رکھتے ہوئے پہلی شرعی خرابی تو یہ ہے کہ کمپنی کے پاس ممبر کی جو امانت تھی کمپنی اسے براہ راست ادا نہیں کرتی۔ حالانکہ مسلمہ اصول یہ ہے کہ جس پر کچھ نکلتا ہے وہ خود قرضخواہ کو ادائیگی کرے۔

البتہ شریعت مطہرہ کے اصول میں دو مزید ایسے طریقے ہیں جن کے ذریعے قرضدار اپنا قرضہ یا دین کسی اور کے ذمہ ڈال سکتا ہے۔ لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں جنہیں ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

ان میں سے ایک طریقہ کا نام ہے کفالہ (contrast of guarantee) اور دوسرے طریقہ کا نام ہے حوالہ (Bill Of Exchange) ان دونوں طریقوں میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ کفالت میں قرضدار اصل قرضخواہ سے بھی مطالبہ کرسکتا ہے اور کفیل سے بھی۔ جب کہ حوالہ میں قرضدار سے مطالبہ کا حق نہیں رہتا جس پر حوالہ کیا گیا صرف اسی سے مطالبہ ہوسکتا ہے۔

اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ کمپنی کا اپنے اوپر نکلنے والی رقم خود ادا کرنے کے بجائے دوسرے پر ڈال دینے کا عمل شرعی اعتبار سے کیا حکم رکھتا ہے۔

قوانین شریعت کی روشنی میں کمپنی کا یہ عمل سراسر ناجائز و حرام ہے۔ اور جو کمپنی اس طریقہ پر عمل پیرا ہو خواہ مسلم ہو یا کافر کسی مسلمان کو اس کے ساتھ اس قسم کی رقم کی ادائیگی ناجائز ہے کہ یہ اپنی رقم کو خطر (Risk) پر پیش کرنا ہے جو کہ ناجائز ہے۔

کمپنی کے اس طریقہ کے ناجائز ہونے کی وجہ بنیادی حقوق کی پامالی اور ظلم کا پایا جانا ہے۔ وہ اس طرح کہ اصول یہ ہے کہ جب کسی پر رقم نکلتی ہو تو وہ خود ادا کرے۔ حالانکہ جی، ایم، آئی کمپنی ایسا نہیں کرتی۔ اگر چہ کفالہ یا حوالہ کے طریقے سے اپنی ادائیگی دوسرے کے ذمہ ڈالی جاسکتی ہے لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں اور وہ شرائط یہاں نہیں پائی جا رہیں۔ اس لئے کمپنی کا یہ عمل نہ تو کفالہ کے ضمن میں آئے گا اور نہ ہی حوالہ کے ضمن میں۔

کفالہ اور حوالہ کے نہ پائے جانے کی وجہ:

کفالہ اور حوالہ میں بنیادی شرط یہ ہے کہ جس پر رقم نکلتی ہے وہ کسی شخص معین (Nominate Person) کو اس رقم کی ادائیگی منتقل کرے اور وہ شخص بھی رضامندی کے ساتھ اس بات کو قبول کرے۔ اور قبول کرنے کے بعد کفالت میں تو دونوں ہی سے طلب کیا جائے گا جو چاہے ادا کرے۔ اور حوالہ میں جس پر حوالہ کیا گیا صرف اسی سے تقاضا کیا جائے گا وہ نہ دے تو اسے دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور انکار پر اس پر مقدمہ قائم ہوگا اور قاضی دیکھے گا اگر وہ دینے کی استطاعت رکھتا ہے اور ادائیگی نہیں کر رہا تو اسے جیل بھیج دے گا اور اگر وہ مفلس ہو تو پھر اسے مہلت دی جائے گی۔ خلاصہ یہ کہ جس کے ذمہ قرض نکلتا ہو وہ خود یا وہ جس نے حوالہ قبول کیا وہ کن کن مراحل اور کس قدر ذمہ داری سے گزرے گا یہ ہم نے ابھی بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لازمی طور پر اسے ادائیگی کرنا ہی ہوگی۔ یہ ہے دین اسلام کا دیا ہوا وہ نظام جس میں ہر سو عدل ہی عدل نظر آتا ہے۔ کہ جس کی رقم ہے وہ سینہ تان کر اپنی رقم وصول کر سکتا ہے۔ اور قرضخواہ نہ دے تو قانونی چارہ جوئی کر سکتا ہے۔ لیکن جی، ایم، آئی کے بنائے نظام میں جس کی رقم نکلتی ہے اسے یہ ہی معلوم نہیں کہ کس سے کرنا ہے۔ کون مجھے میرا حق دے گا۔

صاحب حق کبھی اس کے پاس جائے گا اور کبھی اس کے پاس اور کوئی بھی نہ ملے تو اسے کمپنی پر کسی قسم کی چارہ جوئی کا حق حاصل نہیں ہوگا کمپنی نے تو ایک کاغذی رسید دے کر جان چھڑالی ہے۔ اور ہر کوئی جانتا ہے کہ ہزاروں روپوں کے بدلے ایک رسید تھما دینا عدل نہیں ظلم ہے۔ کفالت اور حوالہ کی جو شرائط اوپر بیان کی گئی ان سے متعلق فقہاء احناف کے ارشادات ملاحظہ ہوں:۔

اپنے ذمہ کی رقم کسی اور پر سپردگی کے لئے کفیل اور مکفول لہ کی اسی مجلس میں رضامندی ضروری ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ومنه رضاه وقبول الحوالة سواء كان عليه دين أو لم يكن " ترجمہ: اور شرائط میں سے ایک شرط محتال علیہ کا راضی ہونا اور حوالہ کو قبول کرنا ہے چاہے اس محتال علیہ پر دین ہو یا نہ ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد 3 صفحہ 296 مطبوعہ پشاور)

بحر الرائق میں ہے:

"قيد برضاهما لأنها لا تصح مع اكراه أحدهما كما قدمناه وأراد من الرضا القبول فى مجلس الايجاب لما قدمناه أن قبولهما فى مجلس الايجاب شرط الانعقاد وهو مصرح به فى البدائع " ترجمہ: مصنف نے محیل اور محتال دونوں کی رضا کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ حوالہ ان میں سے کسی ایک پر جبر کے ساتھ صحیح نہیں ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا، اور رضا سے ایجاب کی مجلس میں قبول مراد لیا ہے کیونکہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ دونوں کا مجلس ایجاب میں قبول کرنا انعقاد کی شرط میں سے ہے، اور اسی کی بدائع میں تصریح کی گئی ہے۔

(بحر الرائق جلد 6 صفحہ 416 مطبوعہ کوئٹہ)

فتاویٰ عالمگیری ہی میں ہے:

"وأما ركنها فالايجاب والقبول حتى ان الكفالة لا تتم بالكفيل وحده سواء كفل بالمال أو بالنفس ما لم يوجد قبول المكفول له أو قبول أجنبى عنه فى مجلس العقد " ترجمہ: کفالت کا رکن ایجاب وقبول ہے حتی کہ کفالت صرف کفیل سے پوری نہیں ہوگی چاہے وہ مال کی کفالت کرے یا جان کی، جب تک مکفول لہ قبول نہ کرے یا مکفول لہ کی طرف سے کوئی اجنبی عقد کی مجلس میں قبول نہ کرے۔

(فتاویٰ عالمگیری جلد 3 صفحہ 252 مطبوعہ پشاور)

در مختار و رد المحتار میں ہے:

”ورکنھا ایجاب وقبول فلا تتم بالکفیل وحدہ ما لم یقبل المکفول لہ أو أجنبی عنہ فی المجلس “ترجمہ:اور کفالت کا رکن ایجاب وقبول ہیں تو صرف کفیل سے عقد کفالت مکمل نہیں ہوگا جب تک مکفول لہ یا اس کی طرف سے کوئی اجنبی مجلس میں قبول نہ کرلے۔

(ردالمحتار جلد 7 صفحہ 591 مطبوعہ کوئٹہ)

چوتھی اور پانچویں صورت(Step) کا شرعی حکم :

چوتھی صورت یعنی ”اگر یہ کمپنی کے کام کو بڑھاتے ہوئے خریداروں کی دائیں اور بائیں جانب سے مقررہ مقدار پوری کرلے تو اسے بہر حال خریداری کرنا پڑے گی“۔اور پانچویں صورت یعنی ”کسی بھی وقت کمپنی کی ویب سائٹ پر جاکر اپنا آرڈر بک کرواکر کمپنی سے عقد بیع کیا جاسکتا ہے“۔یہ دونوں ہی صورتیں چونکہ عقد بیع (Sale Agreement) پر مشتمل ہیں اس لئے ہم ذیل میں آنے والی سطور میں ”وجہ ثانی“ کے تحت ان پر گفتگو کریں گے۔

دار الافتاء اہلسنت نور العرفان

وجہ ثانی

خریدی جانے والی اشیاء کے اعتبار سے متفرع ہونے والے شرعی احکام :

خریداری پر ہم دو اعتبار سے کلام کریں گے:

(1) جی ایم آئی کا طریقہ لزوم ملامسہ اور منابذہ جیسا ہے۔

(2) جی ایم آئی سے خریدی جانے والی چیز میں غرر اور قمار پایا جاتا ہے۔

پہلی وجہ پر کلام :

جی ایم آئی کا جو طریقہ خرید وفروخت ہے اس میں بعض جگہوں پر پایا جانے والا لزوم خرید وفروخت یعنی خرید وفروخت کا لازم ہوجانا غیر شرعی ہے۔جیسا کہ کسی نے پیسے جمع کروانے کے بعد مزید لوگوں کو ممبر بنا کر اپنے رائٹ اا رلیفٹ کا ہدف پورا کردیا تو اسے لازمی طور پر خریداری کرنا پڑے گی۔اسی طرح رقم جمع کروانے پر نو ماہ گزر گئے تب بھی لازمی طور پر خریداری کرنا پڑے گی۔خریداری کو لازمی ان مواقع کے ساتھ مشروط کرنا غیر شرعی عمل ہے۔

سرور دوعالم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت میں کی جانے والی بہت ساری خرید وفروخت کو ناجائز فرمایا اور حضرات صحابہ کو اس سے دور رہنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ویسے تو یہ منع کردہ بیوع بہت ساری ہیں لیکن ہم یہاں تین کا تذکرہ کریں گے جن میں سے ایک کا نام ہے ملامسہ اور دوسری کا نام ہے منابذہ اور تیسری کا نام ہے بیع حصات یہ تینوں کیا ہوتی ہیں اور ان کے ناجائز ہونے کی وجہ کیا ہے اس پر کلام کرتے ہوئے مشہور حنفی مفسر اور فقیہ حجۃ الاسلام امام ابو بکر احمد بن علی جصّاص رازی علیہ رحمۃ اللہ الھادی اپنی کتاب احکام القران میں فرماتے ہیں:

”بیع الملامسۃ و ھووقوع العقد باللمس و المنابذۃ وقوع العقد بنذہ الیہ و کذلک بیع الحصاۃ ھو ان یضع علیہ حصاۃ فتکون ھذہ الافعال عندھم موجبۃ البیع لوقوع البیع فھذا البیو ع معقودۃ علی المخاطر ھو لا تعلق لھذا الاسباب التی علقوا وقوع البیع بھا بعقد البیع ....الی ان قال..........فصار العقد معلقاً علی خطر فلا یجوز و صار ذلک اصلاً فی امتناع وقوع البیعات علی الاخطار و ذلک ان یقول بعتک اذا قدم زید و اذا جاء غد و نحو ذلک “ترجمہ:۔بیع ملامسہ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کوئی دوسرے کے کپڑے کو بس چھولے اور بیع منابذہ یہ ہوتی تھی کہ بس گاہک کی طرف کپڑا یا کوئی چیز پھینک دی جائے۔اور بیع حصاۃ یعنی کنکری کی بیع کی صورت یہ تھی کہ کسی چیز پر جاکر کوئی کنکری رکھ دی جائے۔ان افعال کو وہ خرید وفروخت ہوجانے کا سبب تصور کیا کرتے تھے۔پس

یہ وہ طریقے ہیں جو خطر یعنی رسک پر مبنی ہیں جن چیزوں کو وہ خرید وفروخت کے لئے سبب قرار دے رہے ہیں یہ چیزیں سبب نہیں بن سکتیں۔۔۔۔ پر یہ تمام عقد خطر پر معلق کئے گئے ہیں اور اصلاً منع ہیں۔اسی طرح کسی اور طریقے میں بھی یہ صورت پائی جائے تو وہ بھی ناجائز ہوگا۔جیسا کہ کوئی یوں سودا کرے کہ جب زید سفر سے آئے گا تو ہمارا سوداڈن (done) یا جونہی کل آئے ہمارا سودا ہوگیا۔

(احکام القرآن صفحہ 174 جلد دوم مطبوعہ لاہور)

مذکورہ بالا عبارت میں دو باتیں قابل ذکر ہیں ایک یہ کہ ملامسہ منابذہ وغیرہ خرید وفروخت کے غیر شرعی طریقے ہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ خرید و فروخت ہونے کے لئے کسی ایسے طریقے کو سبب نہیں بنا سکتے جس کو سبب قرار نہیں دیا گیا۔جیسا کہ ملامسہ میں مس کرنے کو اسی طرح منابذہ میں محض چیز گاہک کی طرف پھینکے جانے کو سودا ہو جانے کا سبب بنایا گیا ہے۔اسی طرح زید سفر سے آئے تو ہماری خرید وفروخت ہوگئی۔یہ تمام اسباب خطر ہیں ان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اسی لئے احادیث طیبہ میں خرید وفروخت کے ان طریقوں سے منع کر دیا گیا۔

ذکر کردہ تمام تفصیل کے بعد اگر جی، ایم، آئی کمپنی کے طریقہ پر نظر کی جائے تو ہر آدمی آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے کہ انہوں نے ممبر بننے اور اسباب کو خریداری کے لئے مشروط ٹھہرایا ہے۔جو مقتضی عقد کے خلاف ہیں اور خریداری ایسے کسی طریقے سے مشروط نہیں کی جاسکتی۔اگرچہ خرید وفروخت کرنے کا عملی کام بعد میں ہوتا ہے لیکن اس کا لزوم پہلے ہی ہو جاتا ہے اور رقم نا قابل واپسی قرار پاتی ہے جو کہ درست نہیں۔اور یہاں حصولِ تملیک مبنی علی الاخطار ہے۔

دار الافتاء اہلسنت نور العرفان

دوسری وجہ پر کلام :

جس گھڑی کا سودا کرنے کے بعد گاہک کمپنی کا ممبر بنتا ہے،وہ گھڑی اس گاہک کے لئے ایک مبہم اور مجہول چیز ہوتی ہے جو گاہک نے دیکھی بھی نہیں ہوتی بلکہ اس کی مارکیٹ قیمت اس رقم کے نصف کو بھی نہیں پہنچتی جو ایک ممبر کمپنی کو دیتا ہے۔اور اکثر ممبران تو وہ ہوتے ہیں جن کا گھڑی یا کوئی اور چیز خریدنے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔چونکہ مارکیٹنگ کے اس نیٹ ورک میں شامل ہونے کے لئے خریداری ان کی مجبوری ہے اس لئے خریداری کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔اور خاص کر گھڑی اس لئے خریدنا پڑتی ہے کہ سب سے کم قیمت کی مصنوعات میں گھڑی ہی سرفہرست ہے جس پر سونے کا پانی چڑھا کر فروخت کیا جاتا ہے ہم نے سناروں سے معلوم کیا کہ ایک عام پیتل کی گھڑی پر سونے کا پانی کتنے کا چڑھ جاتا ہے تو پتا چلا کہ پانچ سو سے لے کر ہزار روپوں میں یہ کام عمدہ طریقے سے ہو جاتا ہے۔لیکن کمپنی اپنی گھڑی کو پانچ سے چھ ہزار میں فروخت کرتی ہے۔اور ممبر کمیشن حاصل کرنے کی لالچ میں راتوں رات امیر ہو جانے کے خواب سجائے اس گھڑی کو خریدتا ہے۔

خریداری کو ثانوی حیثیت حاصل ہے :

خود کمپنی کا نظام ہماری بات کی تصدیق کرتا ہے وہ ایسے کہ ایک شخص جو رقم جمع کروا کر کمپنی کا ممبر بن گیا اس نے کوئی بھی چیز نہیں خریدی پانچ دن تک تو وہ اپنی رقم واپس لے سکتا ہے۔لیکن چھٹے دن سے لے کر چھ ماہ پورے ہونے تک اسے اپنی رقم واپس لینے کی اجازت نہیں ہوتی اگرچہ وہ کسی چیز کی خریداری نہ کرے۔کمپنی سے وابستہ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ اس کو یہ موقع دیا گیا ہے کہ وہ اس عرصہ میں کسی کو ممبر بنا سکے۔اور کمیشن کما سکے اور اگر وہ ناکام ہو جاتا ہے تو اس کو رقم کی واپسی کے لئے تین ماہ کا وقت دیا جاتا ہے۔لیکن اگر وہ کسی اور کو ممبر بنوانے میں کامیاب ہو جائے تو اب اس کی رقم نا قابل واپسی ہو جاتی ہے اور اسے خریداری ہی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔اب اس تمام تفصیل کی روشنی میں آپ خود دیکھ لیں کہ یہاں خریداری کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔اور کمیشن بنانے کی لالچ میں جس نے رقم جمع کروادی اب اسے یا تو ممبر بنانے پر مجبور کیا جاتا ہے یا پھر اس کی رقم خاص مواقع پر نا قابل واپسی قرار دے کر اس سے عقد بیع یعنی خریداری کا سوا کروایا جاتا ہے۔

جی ایم آئی مثل جوا ھے :

جی ہاں اس پورے نظام پر نظر دوڑانے کے بعد اس بات سے اختلاف نہیں کیا جاسکتا ہے کہ شاید ہی مذکورہ کمپنی میں شامل کسی شخص کا مقصود گھڑی یا اس کی کوئی اور چیز خریدنا ہوتا ہو بلکہ اکثر لوگوں کا مقصود مارکیٹنگ کے اس سلسلہ میں داخل ہونا ہوتا ہے۔ جس کے لئے گھڑی وغیرہ بک کروانا ان کی مجبوری ہے اور گھڑی بھی ایسی کہ نری مبہم، مارکیٹ میں جس کی قیمت انتہائی کم، پھر قیمت واپس ملے تو ویسے ہی کم ہو کر ملے۔

گھڑی سے متعلق ان تمام چیزوں کی برائی کے باوجود مارکیٹنگ کے ذریعے نفع کمانے کا لالچ انہیں گھڑی بک کروانے پر مجبور کرتا ہے اور اس نفع کا جو حال ہے وہ انتہائی پرفریب اور کمپنی کو نفع پہنچانے کے سوا کچھ نہیں۔ درج ذیل سطور میں ہم یہ بیان کریں گے کہ گھڑی خرید کر اس کمپنی کی مارکیٹنگ چین میں شامل ہونے والے کے لئے کمیشن کا حصول کس قدر محال اور غیر یقینی ہے۔ الغرض ایک شخص ممبر بننے کے بعد جن مراحل سے گزرتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ جس سستی گھڑی کو بہت مہنگا اس لالچ سے خریدا گیا تھا کہ کمپنی چین میں شامل ہو کر مارکیٹنگ کر کے نفع کمائیں گے۔ وہ نفع کمانا انتہائی موہوم ہے اور اپنا نقصان کرنے کا امکان زیادہ ہے خلاصہ یہ نکلا کہ ایک موہوم نفع پر اپنی رقم خطر یعنی رسک پر لگانا ہے اور یہ عمل اصطلاح شریعت میں قمار یعنی جوا کہلاتا ہے۔

دار الافتاء اہلسنت نور العرفان

دوسری بات یہ ہے کہ حکم کا دار و مدار مقاصد پر ہوتا ہے۔ اور فقہ اسلامی کا مشہور قاعدہ ہے جس کو بعض علماء نے ثلث علم قرار دیا ہے

''الامور بمقاصدھا''

(الاشباہ والنظائر مع غمز صفحہ 102 جلد اول، مطبوعہ کراچی مجلۃ الاحکام العدلیۃ صفحہ 16 مطبوعہ کراچی)

ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جی، ایم، آئی کا ممبر بننے والے اکثر لوگوں کا مقصود کمیشن حاصل کر کے نفع کمانا ہوتا ہے۔ لیکن خریداری ان کی مجبوری ہے تو ایسے کمیشن کی بنا پر جو خطر پر معلق ہے خریداری کرنا غرر اور دھوکے کو اختیار کرنا ہے۔ اور اپنے پیسے کو خطر پر پیش کرنا ہے۔ لہٰذا ایسی خریداری قمار کے زمرے میں آئے گی۔

ملٹی لیول مارکیٹنگ یا جی، ایم، آئی کا طریقہ کوئی نیا طریقہ نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی تھا جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ ابھی دو سال قبل ھند کے جید مفتیان کرام اور معتمد علماء پر مشتمل ''مجلس شرعی'' کے پندرہویں فقہی سیمینار میں بھی یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور انہوں نے کسی ایک کمپنی پر نہیں بلکہ اس طرح کی اور بہت ساری کمپنیوں کے نظام کو سامنے رکھ کر جو انڈیا میں کام کر رہی ہیں اپنے فقہی سیمینار میں بحث کی۔

ماہنامہ اشرفیہ مئی 2008 کے شمارے کے ابتدائیے میں اس موضوع کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا گیا:

''نیٹ ورک مارکیٹنگ کو بلفظ دیگر ملٹی لیول مارکیٹنگ بھی کہتے ہیں یعنی یہ کثیر السطح تجارت کا ایسا نمونہ ہے جو خرید و فروخت کو بلا واسطہ فروخت کرنے والوں سے جوڑتا ہے اس میں ایک ایسی کمپنی جو کچھ سامان تیار کرتی ہے وہ اپنی مصنوعات کی خرید و فروخت کے لئے، خرید و فروخت کی بنیاد پر کچھ کمیشن دینے کے وعدے کے ساتھ ممبر بناتی ہے اور مزید اس میں اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ اگر ایک ممبر اپنے ماتحت اور ممبر بنالیتا ہے تو کمیشن کے علاوہ اپنے ماتحت ممبر بنانے پر بھی کمیشن ملے گا اور اس طرح مثلاً ایک سامان فروخت کرنے والا ممبر اپنے ماتحت کچھ متعین ممبر بنالیتا ہے تو کمیشن کے علاوہ کمپنی اسے دیگر مراعات (نیچے آنے والوں کا کمیشن) بھی دیتی ہے، گویا کہ فروخت کرنے والے لوگوں کی ایک تنظیم بن جاتی ہے جس میں سامان فروختگی کا منافع کمپنی کے علاوہ اس کے ممبر اور ماتحت ممبر کو ملتا ہے۔ ایسی کمپنیوں کی فہرست طویل ہے ہم ذیل میں اس طرح کی چند کمپنیوں کے نام پیش کرتے ہیں ایم وے Amway، فری لائف Free Life، اے سی این۔ آئی این سی ACN-INC، ایکسل خبر رسانی (Communication)، آر سی ایم (Right Business Conect) ''اس وقت ھندوستان میں دو کمپنیاں زیادہ مقبول ہیں۔۔۔۔۔۔۔الخ

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ھند، شمارہ مئی 2008 صفحہ 4)

مجلس شرعی نے ان کمپنیوں پر بحث کرتے ہوئے ان کمپنیوں کے ساتھ لین دین کے عدم جواز کا فتوی دیا۔ ہم نے چونکہ اوپر جی ایم آئی سے خرید وفروخت کو جوئے کی مثل اور غرر پر مشتمل قرار دیا ہے اس ضمن میں اپنے موقف پر دو تائیدات پیش کی جاتی ہیں ایک علمائے مجلس شرعی کے حوالے سے دوسری اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے۔

دارالافتاء اہلسنت نور العرفان

علمائے ہند کا فیصلہ

مجلس شرعی ہند نے لیول مارکیٹنگ کمپنیوں پر بحث کرتے ہوئے کئی سوال قائم کئے جن میں سے ایک سوال یہ تھا کہ ان کمپنیوں سے مصنوعات کی خریداری سے مقصود کیا فی الواقع اسباب معیشت (ضرورت وحاجت) کی خریداری ہے یا اس سے اصل مقصود ممبر سازی کے کمیشن حاصل کرنے کی سعی ہے؟

فقیہ عصر سراج الفقہاء حضرت مفتی نظام الدین رضوی صاحب کے نزدیک چونکہ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کام سے اصل مقصود ممبر سازی کا کمیشن حاصل کرنے کی سعی ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

''ان کمپنیوں کی مصنوعات کا دام ان کے معیار (کوالٹی کے لحاظ) سے اتنا کم ہوتا ہے جو غبن فاحش کی حد کو پہنچا ہوا ہوتا ہے، اس کے باعث ابتداءً بھی خریداروں کو عظیم نقصان اور خسارے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔۔۔۔۔ مزید فرماتے ہیں اگر ممبر سازی کو خریداری سے مشروط نہ کیا جائے تو شاید ہی کوئی دانا انسان وہ مصنوعات مقررہ دام پر خریدے اور یہی وجہ ہے کہ لاکھوں انسان جو ممبر سازی سے سروکار نہیں رکھتے وہ کبھی ایسی کمپنیوں کی مصنوعات کی طرف توجہ نہیں دیتے۔۔۔ ان شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ کمپنیوں کی مصنوعات کی خریداری سے اصل مقصود ممبر سازی کے کمیشن حاصل کرنے کی سعی ہے اور یہی وجہ ہے کہ خریداری کے ساتھ ہی وہ ممبر سازی کے لئے سرگرم عمل ہو جاتے ہیں پھر ان کے سامنے بس یہی ایک ہدف ہوتا ہے اور اسی کے لئے ان کی ساری تگ ودو ہوتی ہے۔''

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ھند، شمارہ مئی 2008 صفحہ 35,36)

مجلس شرعی ھند مبارکپور نے بالاتفاق جو فیصلہ تحریر کیا اس کا ایک اقتباس یہ ہے: ''آئندہ ممبر بنا لینا اور کمیشن کا فائدہ پانا محض ایک امید موہوم ہے نوے فیصد لوگ اس میں ناکام رہتے ہیں تو یہ ایک طرح کی جوئے بازی ہے جس میں فائدہ اور نقصان دونوں کا خطرہ لگا رہتا ہے جوئے بازی بھی ناجائز وحرام ہے۔''

(ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور ھند، شمارہ مئی 2008 صفحہ 46)

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک خرید وفروخت پر قمار کا حکم لگایا جائے۔ یہاں تو مبادلۃ المال بالمال ہے اور دونوں جانب مال ہوتے ہوئے قمار کیوں کر پایا جا سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو قمار اپنی مشہور تعریف تک محدود نہیں۔ بلکہ شبہ ربا کی طرح شبہ قمار پر مشتمل بہت ساری صورتیں پائی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے مبادلۃ المال بالمال کے ہوتے ہوئے بھی قمار پائے جانے کی بہت ساری صورتیں کتب فقہ میں موجود ہیں جن میں سے ایک بہت مشہور صورت ملامسہ اور منابذہ کی ہے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا باوجود کہ یہ بیع، بیع فاسد ہے نہ کہ باطل۔ اور عاقدین بدلین کے مالک ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود فقہاء نے اس صورت کو بھی قمار قرار دیا اکثر نے قمار اور بعض نے مشابہ قمار کا اطلاق کیا۔ عبارات فقہاء ملاحظہ ہوں:

عمدۃ القاری میں ہے:

''الملامسۃ و المنابذۃ عند جماعۃ العلماء من البیع الغرر و القمار''

(عمدۃ القاری صفحہ 440 جلد 8 مطبوعہ ملتان)

درمختار میں بیان کیا گیا:

''و هی من بیوع الجاهلیة فنهی عنها کلها لوجود القمار''

(درمختار صفحہ 256 جلد 7 کوئٹہ)

دارالافتاء اہلسنت نور العرفان

تبیین الحقائق میں ہے:

''ولان فیه تعلیقاً للتملیک بالخطر فیکون قماراً''

(تبیین صفحہ 48 جلد 4 مطبوعہ ملتان)

عنایہ میں ہے:

''و لان فیه تعلیقاً بالخطر و التملیکات لا تحتمله لادائه الی معنی القمار''

(عنایہ شرح ھدایہ صفحہ 55 جلد 6 کوئٹہ)

لباب شرح قدوری میں ہے:

''و لان فیه تعلیقاً بالخطر ....فاشبه القمار''

(لباب صفحہ 212 جلد اول مطبوعہ کراچی)

گھڑی کی ملٹی لیول مارکیٹنگ والے مسئلہ پر اعلیٰ حضرت کا فتوی:

امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اسی طرح کے ایک مارکیٹنگ سسٹم سے گھڑی بیچی جاتی تھی۔ اوراس سے پہلے بہت سارے ٹکٹ بیچنے ہوتے تھے ٹکٹ کے مال ہونے پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ضرور کلام فرمایا لیکن یہ کلام اس طور پر تھا کہ ایک احتمال یہ ہے کہ وہ مال نہ ہو لیکن آپ نے دوسرے احتمال کو بھی سامنے رکھا اور مال مان کر بھی اس بیع کو بیع فاسد قرار دیا اوراس سسٹم کا ردِ بلیغ فرمایا۔ امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کے اس فتوی کے چند اقتباسات پیش نظر ہیں۔ ان اقتباسات سے ہمارا مقصود بطور نظیر اعلی حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کے فتوی کو پیش کرنا نہیں۔ کیونکہ وہاں صورت نوعی ذرا مختلف ہے بلکہ ہمارا مقصود ان ضروری اصولوں سے استشہاد پکڑنا ہے جن کو امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے اپنے فتوی میں بیان کیا ہے اوران اصولوں و قواعد کی روشنی میں gmi کمپنی کی خرابیوں کو بھی سمجھا جاسکتا ہے۔

امام اہل سنت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

''اللہ عزوجل مسلمانوں کو شیطان کے فریب سے بچائے، آمین! اس اجمال کی تفصیل مجمل یہ ہے کہ حقیقت دیکھئے تو معاملہ مذکورہ بنظر مقاصد ٹکٹ فروش وٹکٹ خراں ہرگز بیع وشراو غیرہ کوئی عقد شرعی نہیں (یعنی ٹکٹ بیچنے والوں اور خریدنے والوں کا مقصد کوئی خرید وفروخت نہیں) بلکہ صرف طمع کے جال میں لوگوں کو پھانسنا اور ایک امید موہوم پر پانسا ڈالنا ہے اور یہی قمار ہے۔''

(فتاوی رضویہ صفحہ 330 جلد 17 رضا فاؤنڈیشن)

یعنی مقاصد کو دیکھا جائے تو کسی کا مقصود ٹکٹ خریدنا نہیں بلکہ اس لئے خریدتے ہیں کہ ان کو وہ گھڑی مل سکے لیکن اس کے لئے ان کو درجنوں ٹکٹ بکوانے پڑیں گے۔

جی ،ایم آئی بھی نوع قمار ہے :

یہی طریقہ GMI کا ہے کہ گھڑی یا کوئی اور پروڈکٹ یہاں ممبران کا مقصود نہیں بلکہ وہ کمیشن مقصود ہے جس کے لئے ان کو لاچارگی میں کوئی نہ کوئی چیز خریدنا پڑتی ہے۔ اور پھر کمیشن کما پائیں گے یا نہیں یہ سب موہوم یعنی اعلی درجے کا مشکوک (suspicious) معاملہ ہے۔

امام اہل سنت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

''تاجر تو یہ سمجھا کہ مفت گھر بیٹھے میرے مال کی نکاسی میں جان لڑا کر سعی کرنیوالے ملک بھر میں پھیل جائیں گے اور محض بے وقت منہ مانگے دام پے درپے آیا کریں گے نوکر دام لے کر کام کرتے ہیں اور غلام بے دام، مگر یہ ایسے پھنسیں گے کہ آپ دام دیں گے اور میرا کام کرینگے انسان کسی امر میں دو ہی وجہ سے سعی کرتا ہے خوف یا طمع، یہاں دونوں مجتمع ہوں گے، ایک کے تیس ملنے کی طمع میں جس نے ایک ٹکٹ لے لیا اس پر خواہی نخواہی لازم ہوگا کہ جہاں سے جانے پانچ احمق اور پھانسے چھ تو یہ نقد بلا معاوضہ آئے اب وہ نو گرفتار پانچ ہیں ہر ایک اسی تیس کی طمع اور اپنا روپیہ مفت مارے جانے کے خوف سے اور پانچ پانچ پر ڈورے ڈالے گا یونہی یہ سلسلہ بڑھتا رہے گا اور ملک بھر کے بے عقل میرا مال نکلنے میں بجان ساعی ہو جائیں گے پھر جب تک سلسلہ چلا فبہا، گھر بیٹھے بے محنت دونے ڈیوڑھے چھنا چھن آرہے ہیں اور جہاں تھکا تو اپنا کیا گیا، ان ٹکٹ خریداروں کا گیا جنہوں نے روپے کو ہوا خریدی، ہمیں یوں بھی صد ہا مفت بچ رہے، بہرحال اپنا احمق کہیں نہیں گیا تاجر کے تو یہ منصوبے تھے ادھر مشتری سمجھا کہ گیا تو ایک اور ملے تو تیس لاؤ قسمت آزما دیکھیں یہاں تک نری طمع تھی اب کہ روپیہ بھیج چکے مارے جانے کا خوف بھی عارض ہوگیا اور ہر طرح لازم ہوا کہ اوروں پر جال ڈالیں اپنا روپیہ ہرا ہو، دوسرے سوکھے گھاٹ اتریں تو اتریں، یونہی یہ امید و بیم کا سلسلہ قمار ترقی پکڑے گا، اول کے دو چار کچھ حرام مال کی جیت میں رہیں گے آخر میں بگڑے گا جس جس جا بگڑے گا۔

دارالافتاء
اہلسنت
نور العرفان

جی ،ایم ،آئی لوگوں کو بے وقوف بنا کر کمپنی کو فائدہ پہنچانے کا نام ھے :

کتنے پیارے الفاظ میں امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے ہمیں سمجھا دیا کہ طمع اور لالچ کو پہچانو! محض اپنے نفع کے لئے لوگوں کو بھاری نقصان نہ پہنچاؤ۔

حد سے زیادہ مہنگی اشیاء فروخت کرنے کا ثبوت:

کمپنی سے خریداری میں غرر ظاہر کرنے کے لئے ہم نے ایک صاحب کے جی ،ایم ،آئی کے اکاؤنٹ کے ذریعے مورخہ 23 شوال المکرم 1431ھ بمطابق 3 اکتوبر 2010 کو جی ،ایم آئی سے 20 گرام سونے کے سکے کا ریٹ لیا جو کہ 24 کریٹ کا ہوتا ہے۔اس کا جو ریٹ آیا وہ یہ تھا ۔ویب سائٹ پر ان کے اکاؤنٹ میں تفصیل کچھ یوں آئی جسے ہم وہیں سے پیسٹ کر رہے ہیں۔

	Product Details
ممبر کا نام حذف کر دیا گیا ہے	Gold Account
ممبر کی ID حذف کر دی گئی ہے	Gold Account ID
- - - - - - - - - - - - - -	Password
gold coin	Product Name
840 $	Product Cost
100 $	Service Charges
84 $(10%)	Additional Charges
1024$	Total Cost

جبکہ 24 کریٹ سونے کا 10 گرام کا ریٹ اسی دن ایکسپریس اخبار کراچی ایڈیشن کے صفحہ 18 پر دی گئی تفصیل کے مطابق کراچی میں 36514 روپے

تھا۔جبکہ ڈالر کا ریٹ اس کے اگلے دن 86.30 تھا اس حساب سے 1025 ڈالر کے پاکستانی روپے بنے 88371۔

اس تمام حساب کی روشنی میں 24 کریٹ کے بیس گرام سونے کی پاکستان میں قیمت 73028 بنتی ہے جبکہ جی۔ایم آئی کمپنی جو کہ نادرے سے منگوا کر دینے کی دعویدار ہے وہ یہی سونا 88371 میں فروخت کر رہی ہے۔اب بتایئے۔لوگوں کو بے وقوف بنا کر بھاری بھرکم ریٹ لے کر اپنی چیزیں بیچنے کا گُر نہیں تو اور کیا ہے؟

گھڑی کے بارے میں تو کمپنی سے وابستہ لوگوں کا جھوٹ چل جاتا ہے کہ اس کی مالیت اتنی نہیں اتنی ہے لیکن سونے کے سکے کے بارے میں اب اوپر دی گئی تفصیل کے بعد وہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔

سکے کی تفصیل جو ہم نے اوپر درج کی یہ اس کے لئے ہے جو ابتدائی رقم سے سکہ ہی بک کروائے جبکہ کمیشن کے ذریعے حاصل شدہ رقم سے خریداری پر قدرے فرق ہے۔

یہ حال تو ایک سکے کی خریداری میں غبن فاحش کا تھا لیکن وہ زیورات جن کا معیار غیر یقینی ہے۔کیا معلوم جو زیور 18 کریٹ کا ظاہر کیا گیا وہ اتنے کا نکلے گا یا نہیں؟ اور نہیں نکلا تو واپسی کی کوئی صورت نہیں لامحالہ جو مل گئی اسے لینا ہی پڑے گا۔نہ اسے خیارِ رؤیت حاصل ہو گا اور نہ خیارِ عیب۔

خلاصہ کلام یہ کہ جی۔ایم۔آئی کے ساتھ خریداری میں قمار،غبن فاحش،اور غرر کے عنصر موجود ہیں لہٰذا ایک مسلمان کو جی۔ایم۔آئی کی مصنوعات خریدنا ناجائز وحرام ہے۔

دار الافتاء
اہلسنت
نور العرفان

وجہ ثالث

جواب کے تیسرے حصے میں ہم کمیشن پر گفتگو کریں گے۔

کمپنی کے کمیشن کے نظام پر ہم دو اعتبار سے کلام کریں گے:

اول:۔ کمپنی کے عقد اجارہ بالفاظ دیگر ممبر شپ کمیشن کی شرعی حیثیت

دوم:۔ کمیشن کی ادائیگی کے طریقے میں شرعی خامیاں

کمپنی کے عقد اجارہ بالفاظ دیگر ممبر شپ کمیشن کی شرعی حیثیت

کمپنی جس طریقے کار سے کمیشن دیتی ہے اس میں داخل ہونے کے لئے دو باتوں میں سے ایک بات ضروری ہے یا تو کمپنی کی کوئی چیز خرید کر کمیشن بنانے کے لئے ممبر بنا جا سکتا ہے یا پھر کمپنی میں پیسے جمع کروا کر یہ حق ملتا ہے۔تو کمپنی کی طرف سے کام کرنے اور لوگوں کو ممبر بنانے کا جو اجارہ ہے وہ عقد قرض یا عقد بیع سے مشروط ہے اور ایسی شرط عائد کرنا اجارہ کو فاسد کر دیتی ہے اور اجارہ فاسدہ سے کمائی گئی اجرت حلال نہیں ہوتی۔

تنویر الابصار میں ہے:

''تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد'' ترجمہ: عقد کے مقتضیٰ کے خلاف شروط سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔

(تنویر الابصار جلد 9 صفحہ 77 مطبوعہ کوئٹہ)

کنز الدقائق وبحر الرائق میں ہے:

''یفسد الاجارة الشرط أی الشروط المعهودة المتقدمة فی باب البیع الفاسد التی لیست من مقتضى العقد'' ترجمہ: شرط اجارہ کو فاسد کر دیتی ہیں یعنی وہ معینہ شروط جو پہلے بیع فاسد کے باب میں گزری ہیں جو کہ عقد کے مقتضیٰ میں سے نہیں ہوتیں۔

(البحر الرائق جلد 7 صفحہ 530 مطبوعہ کوئٹہ)

کمیشن کی ادائیگی کے طریقے میں شرعی خامیاں

ہمیں یہاں دو بڑی خرابیاں واضح نظر آئیں۔

پہلی خرابی:۔ کمیشن کی سپردگی کا نظام شرعی اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔

دوسری خرابی:۔ استحقاق کمیشن کا طریقہ ضوابط فقہیہ کے خلاف ہے۔

دار الافتاء اہلسنت نور العرفان

پہلی خرابی

قطع نظر اس کے کہ کمپنی میں کمیشن کتنا کام کرنے پر کتنا دیا جاتا ہے اور کتنا نہیں۔ یہ جان کر قارئین کو حیرت ہوگی کہ کمپنی کسی کو کام کرنے کے بعد کمیشن دیا ہی نہیں جاتا۔ بلکہ ممبر کے اکاؤنٹ میں اتنی رقم شو کر دی جاتی ہے کہ آپ نے اتنے افراد کو ممبر بنا کر رائٹ اور لیفٹ کا سرکل پورا کر لیا یا آپ کے ماتحت لوگوں نے پورا کر لیا ہے لہٰذا آپ نے مثلاً 30 ڈالر کمیشن میں کما لئے۔ آپ اپنے کمپنی کی ویب سائٹ پر بنے اکاؤنٹ میں جس کی تفصیل دیکھ سکتے ہیں۔ اور وہ 30 ڈالر اسے اپنے اکاؤنٹ میں نظر آجائیں گے۔ اس کے بعد کمپنی کی آفر ہوگی کہ اس رقم سے آپ ہماری کمپنی کی کوئی چیز خرید سکتے ہیں۔ اور اگر آپ کو کیش چاہیے تو کسی اور کو کمپنی کا ممبر بنانے کی جدوجہد کرو اور اس سے رقم حاصل کرو اور اتنے پیسے اپنے اکاؤنٹ سے اس کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دو۔ اور اس سے ہی کیش وصول کرو۔

یہ صریح ظلم نہیں تو کیا ہے کہ ایک شخص جس کو آپ نے لاکھوں روپے کمانے کا لالچ دے کر اپنے سرکل میں داخل کیا وہ اب اپنے حق کو وصول کرنے کے لئے کسی اور کو پھانسے گا پھر اس سے وہ رقم لے گا۔ یہ الٹا نظام ہے اور ایک آجر کے بنیادی حقوق کے خلاف ہے۔ شریعت مطہرہ یہ کہتی ہے کہ مزدور جب کام ختم کرے تو اس کو اس کی مزدوری دے دی جائے لیکن کمپنی ایسا نہیں کرتی۔ تو جی، ایم، آئی کا کام کرنے والوں کو اجرت کا ملنا غیر مقدور التسلیم ہے اور اجرت کا غیر مقدور التسلیم ہونا بھی مفسد عقد ہے۔

البتہ کمپنی میں اجرت ملنے کی ایک صورت ہے کہ اگر وہ شخص عرصہ دراز تک محنت کرتا رہا اور اس نے درجنوں افراد کو ممبر بنوا دیا اور اس کا کمیشن بڑھتے بڑھتے 300 ڈالر تک پہنچ گیا تب جا کر وہ کمپنی سے کیش لے سکتا ہے اس کے علاوہ کوئی اور صورت کیش ملنے کی نہیں۔

جو تفصیل ہم نے بیان کی اس کے ظاہر ہونے کے بعد دنیا کا کوئی حنفی سنی عالم کسی کافر سے بھی ایسے کام کرنے کی اجازت نہیں دے گا کیونکہ اس میں سراسر مسلمان کا نقصان اور محنت کرنے والے کی محنت کا ضیاع ہے اور اس کے حق کا ابطال ہے۔

حیرت ہے کہ بعض لوگوں نے لکھا کہ ''جب احمد نے گھڑی خرید لی تو اس پر لازم نہیں کہ کمپنی کے لئے کام بھی کرے، لہٰذا شرعاً بالکل جائز ہے کیونکہ شرط فاسد سے خرید و فروخت میں خرابی آتی ہے کسی غیر مشروط آفر سے نہیں'' اس عبارت میں تو انہوں نے شرطِ فاسد کا لحاظ کر کے گفتگو کی ہے۔

لیکن یہ حضرات کمیشن کے اس نظام پر پہلو تہی کر کے گزر گئے کہ جس میں ادائیگی کمیشن کو بھی کسی اور کو ممبر بنانے یا پھر اس کے بدلے مزید خریداری سے مشروط کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ انصاف تو یہ تھا کہ ان چیزوں پر بھی کلام کیا جاتا۔ اور کمپنی کے ساتھ معاملات کے ساتھ جواز کا دروازہ نہ کھولا جاتا۔ یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب اہل علم پر کسی بات سے متعلق عدم جواز کے چند پہلو آجائیں تو پھر مزید تفصیل و تفتیش کی حاجت نہیں ہوتی۔ لیکن جس کا رجحان جواز کی طرف ہو اور اس کا جواز بیان کرنا اس طرح عام کیا جانا ہو جیسا کہ عید کا چاند نظر آنے کا اعلان۔ تو پھر حکم جواز دینے والے پر پوری تحقیق کرنا شرعاً لازم ہو جاتا ہے۔ تاکہ امت مسلمہ دھوکے اور فریب کا شکار نہ ہو سکیں۔

دوسری خرابی

کمپنی کے کمیشن دینے کا جو طریقہ کار ہے وہ ضوابط فقہیہ اور قانون اجارہ کے خلاف ہے۔ قوانین فقہ کی روشنی میں ایک مزدور یا کسی کے لئے کام

کرنے والے کی اجرت تو بلاشبہ پوری پوری دی جائے گی۔لیکن وہ کام جو اس نے نہیں کیا بلکہ کسی اور نے کیا ہے اس کا وہ مستحق نہیں اور اس رقم کا وہ تقاضا نہیں کرسکتا۔

کمپنی کے کام میں کمیشن کا حصول بطور دلال کے ملتا ہے۔اور دلال کے لئے ضروری ہے کہ اس نے عرف کے مطابق کام کیا ہو تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں فتاوی رضویہ جلد 17 صفحہ 453 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن۔

کمپنی ممبران کو پہلے Step کو پورا کرنے کے لئے تو براہ راست محنت وکوشش کرنا پڑتی ہے لیکن بقیہ کمیشن دوسرے کی محنت کی بنا پر نہیں دیا جاتا ہے۔

مثلاً

دار الافتاء اہلسنت نور العرفان

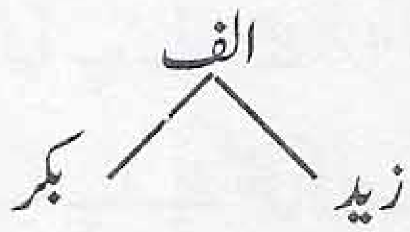

یعنی الف نے زید اور بکر کو ممبر بنوایا اور تو اس کو 30$ ڈالر کمیشن کے مل گئے۔اب بکر اور زید مزید کسی اور کو ممبر بنائیں گے تو اس کا کمیشن بھی زید کو ملے گا۔ایسے کسی کمیشن کے مطالبے کا حق الف کو نہیں۔جبکہ کمپنی کے عرف میں اسے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ یہ کوئی استحقاق کا معاملہ نہیں بلکہ کمپنی کی طرف سے انعام ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ انعام تو ایک لفظ مشترک ہے جس کے بہت سارے معنی ہیں۔یہ لفظ فضل صلہ اور تبرع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اجرت اور معاوضہ کے معنی میں بھی پہلے معنی کی رو سے یہ ایک رضا کارانہ ادائیگی (Optionally Payment) ہوگی اور دوسرے معنی کے اعتبار سے ادائیگی لازمی (Compulsory) تصور کی جائے گی۔

لفظ انعام کے استعمال پر کلام کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ فتاوی رضویہ شریف میں فرماتے ہیں:

زیرا کہ انعام اگرچند صلہ ہا تبرع را گویند درہمچو مقام بر بدل و معاوضہ ہم اطلاقش کنند ولفظ انعام تنہایا سرددا اگر رو بعدم اجارہ دارد قید "حالا" در سابق وشرط "ورنہ" در لاحق رو بتحقیق اوست وسخن ضابطہ دریں مقام آنست کہ اگر زید ب بکر ازیں کلام عقد اجارہ خواستہ اند و دادن اجرت مشروط بشرط مذکور داشتہ واز ہمیں قبیل ست تقرر معاوضہ و بدل بر عمل اگرچہ اجرتش نگویند وبنام انعام تعبیر کنند فان المعنی ھو المعتبر فی ھذہ العقود۔ ترجمہ: کیونکہ انعام اگرچہ صلہ اور تبرع ہوتا ہے مگر ایسے مقام میں بدل اور معاوضہ بھی مراد ہوتا ہے اور انعام کا لفظ صورتاً اگر عدم اجارہ ہے تو پہلے "فی الحال" کی قید اور بعد میں "ورنہ" شرط اجارہ کے تحقق کی صورت ہے اور ضابطہ کی بات یہاں یہ ہے کہ اگر زید و بکر نے یہ کلام عقد اجارہ کے طور پر کیا ہے اور اجرت کی ادائیگی کو شرط مذکور سے مشروط کیا ہے اسی قبیل سے معاوضہ اور بدل کا تقرر عمل پر کرنا ہے اگرچہ اجرت نہ کہیں اور اس کا نام انعام رکھیں تو ایسی صورت میں اس عقد کے فساد اور حرام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ ان عقود میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد 19 صفحہ 469 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

خلاصہ یہ نکلا کہ کمپنی کے کمیشن کو اگر انعام سے تعبیر بھی کریں تو یہاں کون سا انعام مراد ہے اجرت والا یا فضل وتبرع والا اس کا فیصلہ میں اور آپ نہیں بلکہ کمپنی اور اس سے وابستہ لوگوں کا عرف کرے گا۔کمپنی کے عرف میں اس کمیشن کو جس کے بارے میں ہم بحث کر رہیں ہیں رضا کارانہ ادائیگی (Optionally Payment) نہیں بلکہ لازمی (Compulsory Payment) سمجھا جاتا ہے۔نہ یہ کہ از خود اسے رضا کارانہ، اور فضل وتبرع پر مشتمل شے قرار دیا جاتا ہو۔

دار الافتاء اہلسنت نور العرفان

فقہ اسلامی کا مسلمہ قاعدہ ہے جس کو پانچ امہات القواعد میں سے ایک شمار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ:

''اَلْعَادَةُ مُحَكَّمَةٌ یعنی عادت حکم کی بنیاد ہے''

(الاشباہ والنظائر جلد 1 صفحہ 268 مطبوعہ کراچی، مجلۃ الاحکام العدلیہ صفحہ 20 مطبوعہ کراچی)

اسی قاعدہ کی فرع کے طور پر ایک اور قاعدہ ہے کتب قواعد میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ اِسْتِعْمَالُ النَّاسِ حُجَّةٌ يَجِبُ الْعَمَلُ بِهَا. لوگوں کا عملی رواج بھی حجت اور دلیل ہے جس کی رعایت ضروری ہے۔ (مجلۃ الاحکام العدلیہ صفحہ 20 مطبوعہ کراچی)

شارح مجلّہ علامہ علی حیدر امین آفندی متوفی 1353ھ درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام میں ایک مثال ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مِثَالُ ذٰلِکَ :إِذَا اسْتَعَانَ شَخْصٌ عَلٰى شِرَاءِ مَالٍ وَبَعْدَ وُقُوعِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ طَلَبَ الْمُسْتَعَانُ بِهِ مِنَ الْمُسْتَعِينِ أُجْرَةً فَيُنْظَرُ إِلٰى تَعَامُلِ أَهْلِ السُّوقِ فَإِذَا كَانَ مُعْتَادًا فِي مِثْلِ هٰذِهِ الْحَالِ أَخْذُ أُجْرَةٍ فَلِلْمُسْتَعَانِ بِهِ أَخْذُ الْأُجْرَةِ الْمِثْلِيَّةِ مِنَ الْمُسْتَعِينِ وَإِلَّا، فَلَا۔''

ترجمہ:۔ایک شخص نے دوسرے سے مال کی خریداری پر مدد طلب کی اور دوسرے نے اس کی مدد کی (جس طرح بروکر کرتے ہیں) سودا ہو جانے کے بعد اس مدد کرنے والے نے اجرت طلب کی۔ تو اس بازار کا عرف اور تعامل دیکھا جائے گا اگر وہاں معتاد یہ ہے کہ اس قسم کی مدد لینے پر اجرت بھی دی جاتی ہے تو مدد لینے والے پر اجرت مثل لازم ہوگی۔ ورنہ نہیں۔

زیر بحث مسئلہ میں ذکر کردہ مثال نے یہ واضح کر دیا کہ کسی معاملہ پر اجرت کے مطالبہ کا حق اس مارکیٹ کے عرف پر مبنی ہوتا ہے اور مارکیٹ میں جہاں کسی ادائیگی کو لازمی سمجھا جاتا ہو۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ ہم اسے غیر لازمی قرار دیں اور بتائیں کہ اس میں استحقاق شرعی ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ قوانین فقہ ہمیں اس کہنے پر رہنمائی کرتے ہوں۔ لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم ایسے معاملے کو فضل اور تبرع قرار دیں حالانکہ لوگوں کے عرف میں وہ فضل و تبرع نہ ہو۔ قابل توجہ بات اس مقام پر یہ ہے کہ یہ بحث وہاں ہو رہی ہے جہاں بروکر سے کمیشن طے ہی نہیں ہوئی تھی تو جہاں پہلے سے کمیشن طے کی جاتی ہے اسے غیر مشروط اور اختیاری اور انعام کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کمپنی کے عرف میں بلا شبہ اس مقام پر دوسرے تیسرے اور بعد والے Steps پر بھی کمیشن کا دیا جانا طے ہوتا ہے اور عرف کمپنی میں اس کا درجہ استحقاق کو پہنچا ہوتا ہے۔ اور چونکہ دوسرے تیسرے Step پر دوسرے گروپ کو کام کرنا ہوتا ہے لیکن اولاً گروپ بنانے والا یعنی ''الف'' خود اسی لالچ میں ان دوسروں کی مدد کر رہا ہوتا ہے۔

کمپنی کے ممبران میں سے ہر شخص پہلے Step کے بعد میں ملنے والی رقم کو اجرت، کمیشن اور اپنا استحقاق سمجھ کر مطالبہ کرتا ہے اور کمپنی بھی اسے یہی قرار دیتی ہے۔ تو پھر محض اپنی رائے سے اسے انعام کہہ کر فضل کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ یقینی طور پر ایسا کرنا ایک غلطی ہے۔

کمپنی سے اجتناب کے عقلی دلائل

(1) اب سے پہلے بہت ساری اس طرح کی کمپنیاں اس سے ملتا جلتا کام لے کر آئیں لوگوں سے پیسہ بٹورا اور چلی گئیں آج ان کا نام نشان بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ گولڈن کی کمپنی، بزناس ڈاٹ کام، مائے سیون ڈائمنڈ، شینل کمپنی، یہ سب کمپنیاں لوگوں کو اپنا مال بیچنے کے بعد لاکھوں روپے ماہانہ کمانے کے سپنے دکھا کر فرار ہو چکی ہیں۔ لہٰذا اس طرح کی کمپنیوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اور پہلے کی کمپنیوں کے دفتر تو ہوتے تھے یہاں تو کچھ بھی نہیں۔ سب کچھ انہوں نے پہلے ہی مخفی رکھا ہے۔

(2) ایک مسلمان کو لائق نہیں کہ اپنا پیسہ غیر ضروری چیزوں کی خریداری میں لگائے اسے اپنی ضرورت و حاجت ہی کی چیزیں خریدنی چاہیے۔ سونے کا پانی چڑھی گھڑی سونے کا قلم۔ اس طرح کی غیر ضروری چیزیں خریدنا نادانی ہے خاص طور پر اس وقت کہ جب آپ مارکیٹ میں فروخت کرنے جائیں تو

آپ کو اس کی نصف قیمت بھی نہ ملے۔ یونہی کافر کی کمپنی کہہ کر کراچی میں ملنے والے ریٹ سے پندرہ سے بیس ہزار صرف بیس 20 گرام کے سکے پر یعنی دو تولہ سے بھی کم سونے پر اتنا بڑا نفع کافر کو اوپر دینا اسے فائدہ دینا نہیں تو کیا ہے۔ ایسا فائدہ پہنچانے کی اسے کب اجازت ہے۔ تجھے سونا ہی خریدنا ہے تو یہاں کی مارکیٹ سے خرید لے اور وہ نفع جو مفت میں دینا چاہتا ہے کسی غریب محتاج پر خرچ کر۔

امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو اپنی اقتصادی حالت درست کرنے کے لئے کچھ ضروری اصولوں پر مشتمل ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے:

دار الافتاء اہلسنت نور العرفان

”تدبیرِ فلاح و نجات و اِصلاح“

(نجات، اصلاحِ معاشرہ اور کامیابی کی بہترین تدبیریں)

اس رسالہ میں آپ نے مسلمانوں کی ایک نادانی پر سخت تنبیہ کی ہے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”ثانیاً اپنی قوم کے کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی (بناوٹ) کی گھڑنت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر کہ آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

(فتاوی رضویہ صفحہ 144 جلد 15 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(3) عقل مندی آدمی وہ ہے جو دوسروں سے سبق سیکھتا ہے، کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اس کمپنی کے ساتھ کام کیا لیکن نہ انہیں آج تک گھڑی ملی اور نہ رقم واپس ہوئی۔ آپ کا سرکل محدود ہے اور آپ نہیں جانتے ایسے لوگوں کو تو اور بات ہے لیکن مجھے ایسے لوگ ملے ہیں جنہوں نے کچھ اس قسم کا ماجرہ بیان کیا ہے۔ کمپنی کے فراڈ سے ستائے لوگوں نے انٹرنیٹ پر بہت ساری ویب سائٹ بنائی ہیں جنہیں gmiscam لکھ کر نیٹ پر سرچ کیا جا سکتا ہے ۔ان ویب سائیٹس پر عقلی اور اقتصادی اصولوں کی روشنی میں جی، ایم، آئی کے فراڈ سے لوگوں کو دور رہنے کا کہا گیا ہے۔

کمپنی کے کذب بیانی کے ثبوت

کمپنی کا کہنا ہے کہ یہ ناروے کی کمپنی ہے اور صرف وہی اس کی ایک شاخ ہے۔ بات صرف اتنی نہیں بلکہ ناروے کی جو کمپنی ہے وہ پاکستان میں کام نہیں کرتی۔ اور ناروے کے سفارت خانے (Embassy) کی ویب سائٹ پر مشہور ٹیلی کام سروس ٹیلی نار سمیت ان تمام کمپنیوں کے نام موجود ہیں جو پاکستان میں رجسٹر ہو کر کام کر رہی ہیں لیکن جی ایم آئی کا وہاں نام نہیں۔

ہم نے ایک ای میل جب ناروے کے سفارت خانے (Embassy) کے نام بھیجی اور اس کمپنی کے بارے میں معلومات طلب کیں اور اس کی ساخت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے معذرت کی کہ یہ کمپنی پاکستان میں لوکلی طور پر کام کر رہی ہے ہمارا اس سے واسطہ نہیں ہے۔

یہ تو ہو سکتا ہے کہ پاکستان میں لوکل کمپنی کے طور پر محدود سطح پر کام کے لئے یہ کمپنی رجسٹرڈ ہو۔ لیکن جس طرح کا کمپنی کام کر رہی ہے اس قسم کا کام کرنے اور لوگوں سے سرمایہ وصول کرنے کی اسے ہرگز اجازت نہیں بلکہ حکومت پاکستان اس کی سرگرمیوں کو غیر قانونی قرار دے چکی ہے۔

حکومت پاکستان کا وہ ادارہ جو لوگوں سے سرمایہ لے کر کام کرنے والی کمپنیوں کو دیکھتا ہے یعنی سیکورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان (Securities and Exchange Commission of Pakistan)

اس نے اپنی آفیشل ویب سائٹ http://www.secp.gov.pk/PublicWarnings.asp پر سال 2010 ہی میں اخبارات میں

دار الافتاء اہلسنت نور العرفان

جاری کیا ہوا ایک اشتہار ڈالا ہوا ہے جس میں لوگوں کو اس کمپنی سے دور رہنے کی وارننگ دی گئی ہے۔

ثبوت حاضر ھے:۔

SECP

سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان

میسرز گولڈ مائن انٹرنیشنل (GMI) کی کاروباری سرگرمیوں سے متعلق

عوام الناس کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ایک غیر ملکی کمپنی، گولڈ مائن انٹرنیشنل (GMI)، جو کہ ناروے سے تعلق (Norwegian Origin) کی دعویدار ہے، کمپنیز آرڈیننس 1984، کے مطابق غیر ملکی کمپنی ہونے کی حیثیت سے رجسٹرڈ نہیں ہے۔

اس لیے مذکورہ کمپنی کی کاروباری سرگرمیوں کی قانوناً اجازت نہیں ہے۔ عوام الناس کی جانب سے مذکورہ کمپنی کے متعلق کمیشن کو ای میل کے ذریعے پیغامات موصول ہو رہے ہیں کہ مذکورہ کمپنی نام نہاد کی پرکشش کاروباری سکیموں میں ملوث ہے۔

اس ضمن میں عوام الناس کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے بہتر مفاد میں مذکورہ کمپنی کی سکیموں میں سرمایہ کاری سے گریز کریں۔

سیکیورٹیز اینڈ ایکسچینج کمیشن آف پاکستان

این آئی سی بلڈنگ، 63-جناح ایونیو، اسلام آباد

فون نمبر:94-9207091 فیکس نمبر:9204915 ویب سائیٹ :www.secp.gov.pk

ضروری سوالات اور ان کے جواب

(1) **سوال**:۔ جب یہ کمپنی کافروں کی ہے تو پھر کیا اعتراض کافروں سے تو عقد فاسد کرنا جائز ہے لہٰذا اگر اس کمپنی کے معاملات میں شرط فاسد پائی جاتی ہے تو وہ مضر نہیں بلکہ حکم جواز ہونا چاہیے؟

جواب:۔ اس سوال کے دو جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب یہ ہے کہ پاکستان میں جو لوگ جی، ایم، آئی کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ ان کا یہ دعوی غلط ہے کہ یہ کافروں کی کمپنی ہے اور اس کا کوئی آنر ہی نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے لوکل سطح پر ایک کمپنی جی، ایم، آئی کے نام سے بنائی ہوئی ہے جس کے بورڈ آف ڈائریکٹر اور آنر سب مسلمان ہیں جس کی پروفائل (Profile) ہمارے پاس موجود ہے اور اس کمپنی کا رجسٹریشن نمبر ہے 0045936 اس کی رو سے تو پاکستان میں سارا کیا جانے والا کام ان لوگوں کا ذاتی ہے۔ تو ان کا یہ کہنا تو جھوٹ ہوا کہ یہ کمپنی کافروں کی ہے اور یہ بھی جھوٹ ہوا کہ پاکستان میں اس کا کوئی دفتر اور برانچ ہی نہیں۔

یہ سب کلام ہم نے الزام کے طور پر کیا ہے اور حقیقت کچھ اور ہے انہوں نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے محدود پیمانے پر کام کرنے کے لئے ایک کمپنی بنائی ہوگی لیکن کام کچھ اور کر رہے ہیں۔ اسی لئے حکومت نے اس کمپنی کو غیر قانونی قرار دیا۔

اب تحقیقی جواب کی طرف آیئے اگر یہ کمپنی کافروں کی بھی ہے اور کسی مسلمان کا کوئی شیئر نہیں سب آنر ہی غیر مسلم ہیں تب بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور اسے جائز سمجھنے والوں کو کچھ ہاتھ نہ آئے گا اس لئے کہ کافروں کے ساتھ عقد فاسد کے جواز کا سہارا تنکے سے بھی کمزور معاملہ ہے۔ اس بات میں

کوئی شبہ نہیں کہ کافروں کے ساتھ عقد فاسد جائز ہے لیکن یہ ضابطہ ابھی ادھورا ہے پورا نہیں، پورا ضابطہ یہ ہے کہ اس وقت کافروں کے ساتھ عقد فاسد جائز ہے جب مسلمان کا نقصان نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن بحوالہ فتح القدیر (جلد 6 صفحہ 178 مطبوعہ کوئٹہ) لکھتے ہیں: ''لأن مالهم مباح وانما يحرم على المسلم اذا كان بطريق الغدر فاذا لم يأخذ غدرا فبأى طريق يأخذه حل بعد كونه برضا الا أنه لا يخفى انه انما يقتضى حل مباشرة العقد اذا كانت الزيادة ينالها المسلم وقد التزم الاصحاب فى الدرس أن مرادهم من حل الربا اذا حصلت الزيادة للمسلم ''ترجمہ: کیونکہ کافروں کا مال مباح ہے اور جب دھوکے کے ذریعے ہو حاصل ہو تو مسلمان پر حرام ہے، اور اگر دھوکے سے حاصل نہ کیا ہو تو کسی بھی طریقے سے حاصل کرے کافر کی رضا کے ساتھ جائز ہے، مگر یہ مخفی نہیں ہے کہ یہ عقد کے حلال ہونے کا اس وقت تقاضا کرتا ہے جبکہ زیادتی مسلمان کو حاصل ہو، اور اصحاب نے درس میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ فقہاء کی ربا کے حلال ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب اضافہ مسلمان کو حاصل ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج23، ص596، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

پس چونکہ کمپنی کے معاملات میں بہت ساری ایسی باتیں ہیں جو کافروں کے ساتھ بھی جائز نہیں۔ جیسا کہ رقم کی ادائیگی کے بعد وصولی کے وہ طریقے جن میں رقم کی واپسی خطر پر معلق ہے، بلا ضرورت شرعی غبن فاحش سے خریداری، کمیشن عملاً وصول نہ ہونا اور بہت ساری وجوہات جو اوپر بیان کی گئیں۔

دار الافتاء اہلسنت نور العرفان

(2) **سوال**:۔ آپ نے ابتدائی طور پر جمع کردہ رقم پر قرض کا حکم کیونکر لگایا ہے حالانکہ وہ گاہک کو تو پہلے سے یہ گائیڈ کر کے لایا گیا ہوتا ہے کہ اسے کوئی چیز خریدنی ہے؟

جواب:۔ خریداری کے ارادے سے آنا اور خریداری بھی کر لینا دونوں باتوں میں فرق ہے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کو کمپنی کے فوائد بتا کر لایا گیا اس کا خریداری کا ارادہ ضرور ہوگا۔ اور وہ رقم جمع کروا کر ممبر بھی بن جاتا ہوگا۔ لیکن خریداری صرف ارادے سے نہیں ہوتی بلکہ اس کے لئے ایجاب وقبول لفظاً یا بطور تعاطی کے پایا جانا ضروری ہے۔ اور جب ممبر کمپنی کو اپنے ویب اکاؤنٹ سے خریداری کی درخواست کرتا ہے تو وہ گویا مکتوب کے ذریعے ایجاب کرتا ہے اور کمپنی اسے قبول کرتی ہے۔ تب جا کر خرید وفروخت کا عمل پایا جائے گا۔ کمپنی کے نظام کو ہم ایک مثال سے یوں سمجھا سکتے ہیں کہ ایک شاپنگ سینٹر ہے جہاں کوئی بھی شخص آ کر خریداری کر سکتا ہے لیکن ہر خریدار کے لئے ضروری ہے کہ دروازے پر پہلے ساٹھ ڈالر جمع کروا کر جائے۔ پھر شاپنگ سینٹر میں داخل ہوا اگر کوئی چیز پسند آئے تو خرید لے ورنہ واپسی میں اپنی رقم لے جائے۔ تو اس رقم کو کسی چیز کی قیمت یا معاوضہ تھوڑی قرار دیں گے۔ کمپنی کی ویب سائٹ بھی ایک طرح کا شاپنگ سینٹر ہے۔ اور وہ اپنے اندر آنے والوں سے پہلے کم از کم ساٹھ ڈالر جمع کروانا ضرور قرار دیتا ہے۔ لیکن ہم نے جو مثال بیان کی اس میں رقم واپس مل جاتی ہے۔ جبکہ کمپنی رقم واپس دینے میں کیا کیا رکاوٹیں ڈالتی ہے یہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔

(3) **سوال**:۔ آپ نے رقم کی وصولی اور واپسی کو سامنے رکھتے ہوئے بہت ساری خرابیاں بیان کی جو اپنی جگہ درست ہے۔ کمیشن کے لین دین کا انداز بھی غلط ہے اس میں بھی کوئی شک نہیں اور یونہی کمیشن کی لالچ میں خریداری والا معاملہ بھی سمجھ آتا ہے۔ لیکن اس سارے کام میں ایک اور پہلو ہے جس پر گفتگو نہیں کی گئی وہ یہ کہ کوئی شخص کسی کی ترغیب پر یا براہ راست خود رقم جمع کرواتے ہی فوراً خریدار کر لیتا ہے اور اسے کمیشن کے حصول سے بھی کوئی سروکار نہیں تو اس میں شرعی اعتبار سے کیا قباحت ہے؟ کیونکہ ایسی صورت میں نہ اس کی طرف سے کمپنی کو قرض دینا پایا گیا۔ اور نہ واپسی میں غیر متعلق افراد سے تقاضے کی پریشانی کا اسے سامنا ہوگا۔ نہ اس نے کمیشن کی لالچ میں آ کر چیز خریدی بلکہ شوق یا حاجت کی بنا پر اس نے ایک چیز خریدنا تھی خرید کر اس نے اپنا اکاؤنٹ بند کر دیا۔ اس پر آپ کیا فرمائیں گے؟

جواب:۔ دیکھئے جب حکومت وقت ہی اس کمپنی کو غیر قانونی قرار دے رہی تو اس سے بڑھ کر کمپنی کی ساخت پر اور کوئی داغ کیا ہو سکتا ہے کمپنی نے دفتر تو کھولا ہوا نہیں ہے۔ جو رقم آپ انٹرنیٹ کے ذریعے جمع کروائیں گے اس کے بدلے دوسرے ملک سے کوئی چیز آپ کو ملے گی یا نہیں یہ خود ایک غیر یقینی معاملہ ہے۔ پھر ہم بیان کر چکے کہ کمپنی جو چیز بیچ رہی ہے یہ مارکیٹ ریٹ سے بہت زیادہ مہنگی ہے بھلا 2 تولہ سے بھی کم سونے پر 15 ہزار زیادہ دینا کیا اپنے مال کو ضائع کرنا نہیں اور مال اور اپنے ہاتھوں سے ضائع کرنے کی شریعت ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ لہٰذا اس کمپنی کی کوئی بھی چیز خریدنا جائز نہیں۔

(4) **سوال:**۔ کیا انٹرنیٹ کے ذریعے خریداری کا اسلام میں کوئی جواز نہیں؟

جواب:۔ ہمارے سامنے جو شواہد اور دلائل موجودہ ہیں ان کی رو سے ملٹی لیول مارکیٹنگ کرنے والی کمپنیوں سے خریداری کے جواز کی تو کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ اور انٹرنیٹ پر زیادہ تر کام ایسے ہی ہوتے ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعے ہونا ہی کوئی برائی یا خرابی کا سبب نہیں اگر کوئی ایسی صورت ہو جس میں تمام شرعی تقاضے پورے ہو سکتے ہوں۔ تو ہم ایسی صورت کو ہرگز ناجائز نہیں کہیں گے۔

(5) **سوال:**۔ آپ نے کمیشن اور اداشدہ رقم کی واپسی کے حوالے سے بہت سارے خدشات اور پہلو بیان کئے ہیں لیکن ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ کمپنی کے بہت سارے ممبران بہت آگے پہنچے ہوئے ہیں اور ہزاروں لاکھوں کما رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل معاملہ محنت کرنے یا نہ کرنے کا ہے اور محنت کرنے والے کے لئے جی، ایم، آئی ایک سونے کی کان ہے۔

جواب:۔ ہم نے یہ بات ابتداء میں بیان کر دی کہ نفع کمانا ہی سب کچھ نہیں بلکہ ہم کو سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ نفع کس طریقہ سے کمایا جا رہا ہے۔ شرعی اصولوں کی خلاف ورزی کر کے جو نفع کمایا جائے وہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو جائے وہ ہر صورت میں ناجائز ہی رہے گا۔ جہاں تک سوال میں اس بات کا ذکر کیا جانا کہ بہت سارے لوگ لاکھوں کما رہے ہیں۔ یہ واقعی ایک حقیقت ہے اور ماہرین نے اسی نکتہ کی وجہ سے تو ان کمپنیوں کو خطرناک قرار دیا ہے کہ ان میں اوپر کے کچھ لوگ ہی کما پاتے ہیں باقی سارے لوگوں کے پیسے ڈوب جاتے ہیں جیسا کہ اسٹیٹ بینک کی طرف سے جاری اشتہار میں یہی بات بیان کی گئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ قرآن وحدیث میں جس مال کی مذمت بیان کی گئی ہے وہ ایسا ہی مال ہے جو شرعی اصولوں کی خلاف ورزی کر کے کمایا جائے۔ اور انسان نہ جائز دیکھے نہ یہ کہ میں دوسروں کو بھی دھوکہ دے کر کمپنی کا نمائندہ بنا رہا ہوں بس اس کی نگاہ میں مال مال اور بس مال ہو۔ مال کی اس درجہ کی حرص رکھنے والوں کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

﴿ اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ (1) حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (2) كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (3) ﴾ ترجمۂ کنز الایمان: تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔ (پارہ 30، سورۃ التکاثر)

(6) **سوال:**۔ جو لوگ اس کمپنی کا حصہ بن چکے ہیں وہ کیا کریں؟

جواب:۔ ان لوگوں پر لازم ہے کہ فوراً کنارہ کشی اختیار کریں البتہ جن کے آرڈر ابھی موصول نہیں ہوئے وہ انہیں شرعی طریقے پر وصول کر سکتے ہیں۔ لیکن کسی بھی دوسرے شخص کو نمائندہ یا ممبر بنانے کی سعی فوراً ترک کر دیں۔

واللہ اعلم ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

کتبـــــــــــہ

ابو محمد علی اصغر العطاری المدنی

27 شوال المکرم 1431ھ 06 اکتوبر 2010ء

دار الافتاء نور العرفان
سید معصوم شاہ بخاری
کھارادر پولیس چوکی

المفتی

فون: 4855174

الجواب صحیح | الجواب صحیح والمجیب مصیب
ابو الصالح محمد قاسم القادری | ابو الحسن فضیل العطاری عفا عنہ الباری

دار الافتاء اهلسنت
جامع مسجد کنز الایمان بابری چوک کراچی

المفتی

المفتی